25

حقیقی ایمان اور یقین نبی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے

(فرمودہ ۱۷- جولائی ۱۹۳۱ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

خدا تعالیٰ کے انبیاء ایمان کے قیام کے لئے دنیا میں مبعوث ہوا کرتے ہیں، دلائل دنیا میں موجود ہوتے ہیں، بحثوں کے سامان کافی سے زیادہ ہوتے ہیں، منطق کے اصول دنیا کو بھولے نہیں ہوتے اور فلسفہ نے ہمیشہ اپنی حکومت اس عالم میں قائم رکھی ہے مگر باوجود اس کے دنیا ایک چیز سے محروم ہو جاتی ہے، ایک چیز سے خالی اور تہی دست ہو کر رہ جاتی ہے اور وہ یقین اور اطمینان ہے۔ دنیا میں کلام ہوتا ہے لیکن اس کی تاثیر اُڑ جاتی ہے، باتیں ہوتی ہیں مگر ان کا سوز جاتا رہتا ہے، دل ہوتے ہیں مگر وہ محبت سے خالی ہوتے ہیں، آنکھیں نظر آتی ہیں مگر نورِ بصارت ان سے مفقود ہو جاتا ہے تب اللہ تعالیٰ اپنے رحم اور خاص فضل سے آسمان سے ایک نور اتارتا ہے۔ وہی ازلی ابدی نور جو ہمیشہ اس کی مخلوق کی راہنمائی کے لئے اترتا ہے گو اس وقت وہ ایک نئی شکل اور نیا تجسم اختیار کرلیتا ہے۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے قلوب میں ایمان اور یقین پیدا کرتا ہے۔ پھر شک اور شبہ کی زندگی مٹادی جاتی ہے اور جلن اور سوزش جو انسانی قلوب محسوس کررہے ہوتے ہیں ٹھنڈک سردی اور اطمینان سے بدل جاتی ہے۔ یہی واقعہ آج سے تیرہ سو سال پہلے دنیا میں ظاہر ہوا جبکہ ساری دنیا میں تاریکی پھیلی ہوئی تھی، جبکہ ساری دنیا میں بے اطمینانی پھیلی ہوئی تھی، جبکہ ساری دنیا میں بے ایمانی پھیلی ہوئی تھی، جبکہ ساری دنیا میں بداعتقادی اور بدخیالی پھیلی ہوئی تھی، یقین دنیا سے مٹ چکا تھا اور شک و شبہات نے دلوں میں گھر کرلیا تھا اس تاریکی کے زمانہ میں ایسے شک و شبہ کے زمانہ میں خدا تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو مبعوث

فرمایا- آپؐ کے آتے ہی روحانیت کے متعلق "شاید" اور "اگر" کے الفاظ دنیا سے مٹ گئے اور ایسا یقین اور اطمینان آپؐ نے قلوب کو بخشا کہ اس اطمینان اور یقین کی وجہ سے لوگوں کی حالت کچھ سے کچھ ہو گئی- اس وقت بھی دنیا میں بحثیں ہوتی تھیں مگر ان کا رخ تبدیل ہو گیا- خیالات نے بالکل نیا پلٹا کھایا اور ایک ایسی جماعت رسول کریم ﷺ کے ذریعہ قائم ہو گئی جس کا لفظ لفظ یقین اور وثوق کے ساتھ لپٹا ہوا تھا اور ایسا اس کے اندر اطمینان بھرا ہوا تھا کہ اس کے سننے والوں کے دل بھی یقین اور اطمینان سے بھر جاتے تھے- آخر وہی عرب کے لوگ تھے جو رسول کریم ﷺ کی آمد سے پہلے تھے مگر ان کی حالتیں آپ ﷺ کی پاک صحبت میں بیٹھنے کی وجہ سے اور آپ ﷺ کا پُر تاثیر کلام سننے کی وجہ سے بالکل بدل گئیں حتیٰ کہ ہم دیکھتے ہیں قلوب کے اندر ایسی تبدیلی پیدا ہو گئی کہ ایک بیٹے نے باپ سے کہا (وہ بیٹا اس وقت تک اسلام میں داخل نہیں ہوا تھا) کہ فلاں جنگ کے موقع پر جبکہ آپ اسلام کی طرف سے جنگ کر رہے تھے اور میں کفار کی طرف سے میں نے آپ کو دیکھا آپ اس وقت میری زد میں تھے- باپ نے پوچھا پھر؟ بیٹے نے کہا پھر میں نے کہا یہ میرا باپ ہے پس میں اپنی نظر بچا گیا- یہ سن کر باپ نے جواب دیا خدا کی قسم اگر میں تجھے جنگ میں کسی ایسے موقع پر دیکھ لیتا تو تجھے کبھی زندہ نہ جانے دیتا-[۱] یہ واقعہ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے دلوں کے گوشہ گوشہ میں اللہ تعالیٰ کا پیار اور اس کی محبت کس طرح حاوی اور مسلط ہو چکی تھی- وہ اپنی جان' مال' اولاد کی اسلام کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہ سمجھتے تھے- جو بھی خلاف اسلام بات انہیں نظر آتی جس حد تک ممکن ہوتا اسے مٹانے کی کوشش کرتے- ان کے یقین اور وثوق کی حد یہاں تک پہنچی ہوئی تھی کہ مدینہ منورہ میں رسول کریم ﷺ نے ایک دفعہ فرمایا مردم شماری کی جائے اور پتہ لگایا جائے کہ کُل کتنے مسلمان ہیں- مردم شماری کی گئی جس میں سات سو مسلمان نکلے- جب رسول کریم ﷺ کو یہ تعداد بتائی گئی تو ساتھ ہی بعض صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اب تو ہم سات سو ہو گئے ہیں اب دنیا کی کوئی طاقت ہمیں مٹا نہیں سکتی-[۲] خیال تو کرو سات سو کی تعداد کیا ہوتی ہے- پھر کتنا عظیم الشان کام ان کے سپرد تھا- کسی معمولی علاقہ کا فتح کرنا ان کے ذمہ نہ تھا- کوئی معمولی تبلیغی یا تعلیمی انتظام کرنا ان کا کام نہ تھا- کسی ایک ملک کو ہدایت پہنچانا اور وہاں کے لوگوں کو اسلام کے رنگ میں رنگین کرنا ان کے سپرد نہ تھا بلکہ ان کا کام یہ تھا کہ وہ ساری دنیا کو فتح کریں' ساری دنیا کو تعلیم دیں' ساری دنیا سے شرک مٹا کر اس میں توحید کے خیالات پھیلائیں غرض کسی ایک قوم سے ان کا مقابلہ نہ تھا کسی ایک ملک یا ایک نسل سے ان

کا واسطہ نہ تھا بلکہ ساری دنیا' سارے سلسلے' سارے جتھے اور ساری جماعتیں ان کے مقابل پر کھڑی تھیں مگر باوجود اس کے کہ اتنا عظیم الشان کام ان کے سپرد تھا ان کے ارادے اور حوصلے اتنے بڑھے ہوئے تھے کہ کہتے ہیں اب تو ہم سات سو ہو گئے ہیں کیا دشمن اب بھی ہم پر غالب آسکتا ہے؟

بدر کی جنگ میں دو نوجوانوں سے جو کچھ ظاہر ہوا وہ ہمارے ایمانوں کو تازہ کرنے والا واقعہ ہے۔ عبدالرحمٰن بن عوف ایک تجربہ کار جرنیل اور جنگی خاندان کے فرد تھے کہتے ہیں اس موقع پر ہمارے دلوں میں بہت جوش تھا۔ چونکہ مکے والوں نے ایک لمبے عرصہ تک رسول کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کو سخت اذیتیں پہنچائیں اور دکھ دیئے تھے اس لئے ہم چاہتے تھے کہ اس جنگ میں اپنے دل ٹھنڈے کریں۔ ہم اسی امید اور آرزو کے ساتھ بدر میں پہنچے مگر یہ امید بھی کیسی امید تھی۔ اس وقت صحابہ کی کُل تعداد صرف ۳۱۳ تھی اور دشمن کی تعداد ایک ہزار پھر وہ دشمن بھی معمولی نہیں۔ بلکہ ان میں سے ہر شخص تجربہ کار اور فنونِ جنگ سے پوری طرح واقف تھا اور ان میں بڑے بڑے مشہور سردار تھے۔ آج کل لوگ دماغی قابلیت کی وجہ سے سردار بنائے جاتے ہیں اس لئے شاید یہ سمجھنے میں دقت ہو کہ سردار سے لڑائی کا کیا تعلق۔ سو یاد رکھنا چاہئے کہ اُس زمانہ میں جسمانی قابلیت کی وجہ سے لوگوں کو سردار بنایا جاتا تھا۔ پس سردار کے معنے یہ ہوتے تھے کہ عرب کا مشہور لڑنے والا انسان۔ ایسے ہزار لوگوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کا یہ خیال کرنا کہ آج ہم اپنے دل کے حوصلے نکالیں گے جبکہ مسلمانوں کی کُل تعداد ۳۱۳ تھی۔ اور لڑائی میں شامل ہونے والے مسلمان اگر لڑائی کے فنون سے بالکل نابلد نہ تھے تو ان کے کامل ماہر بھی نہ تھے اس یقین اور وثوق پر دلالت کرتا ہے جو رسول کریم ﷺ کی وجہ سے مسلمانوں میں پیدا ہو گیا تھا۔ مگر ہماری حیرت کی کوئی انتہاء نہیں رہتی جب عبدالرحمٰن بن عوف خود بیان کرتے ہیں کہ میں انہی خیالات کی اُدھیڑبُن میں تھا کہ آج دشمنوں سے مقابلہ ہو تو ہم اپنے دل کے حوصلے نکالیں کہ اچانک میں نے اپنے دائیں اور بائیں دیکھا تا معلوم کروں کہ میرے دائیں بائیں کون کون ہیں۔ وہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ مدینہ کے دو نوعمر لڑکے جو سولہ سترہ سال کے تھے میرے دائیں بائیں کھڑے ہیں انہیں دیکھ کر میرا دل بیٹھ گیا اور میری امیدوں پر پانی پھر گیا میں نے خیال کیا اب اگر میں لڑائی کروں تو کس برتے پر۔ مگر کہتے ہیں ابھی میرے دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ مجھے کہنی کے ساتھ ایک لڑکے نے اپنی طرف متوجہ کیا۔ میں نے جب دیکھا تو ایک نوجوان نہایت آہستگی سے تاکہ

دوسرا لڑکا نہ سن لے کہنے لگا چچا وہ ابوجہل کون ہے جو رسول کریم ﷺ کو تکلیفیں دیا کرتا ہے میرا دل چاہتا ہے میں اس کو ماروں۔ ابھی اس نوجوان کا یہ فقرہ ختم نہ ہونے پایا تھا کہ دوسرے نے مجھے آہستگی سے کہنی ماری اور پوچھا چچا وہ ابوجہل کون ہے جو رسول کریم ﷺ کو سخت تکلیفیں دیا کرتا ہے میرا دل چاہتا ہے میں اسے ماروں۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ کہتے ہیں میں یہ سن کر ہکا بکا رہ گیا کیونکہ باوجود جنگ کا تجربہ رکھنے اور دل کھول کر لڑنے کا ارادہ کرنے کے یہ خیال میرے دل میں بھی نہ آیا تھا کہ میں ابوجہل کو ماروں۔ ابوجہل اس وقت قلبِ لشکر میں تھا اور اس کے سامنے عکرمہ اس کا بیٹا اور ایک اور جرنیل ننگی تلوار کا پہرہ دے رہے تھے۔ اور عکرمہ ایسا دلیر اور جری انسان تھا جس نے اسلام لانے کے بعد دو دو ہزار لشکر کا اکیلے مقابلہ کیا ہے۔ ایسا بہادر شخص اس کے سامنے ننگی تلوار کا پہرہ دے رہا تھا اور پھر وہ قلبِ لشکر میں تھا جہاں پہنچنا سخت مشکل ہوتا ہے۔ ایسے موقع پر عکرمہ دُہرا فرض ادا کر رہا تھا ایک بحیثیت بیٹا ہونے کے اور ایک بحیثیت سپاہی ہونے کے۔ دوسرا بھی کوئی مشہور جرنیل عکرمہ کے ساتھ تھا۔ عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں میں نے حیرت کے ساتھ اپنی انگلی اٹھائی اور کہا وہ جو لشکر کے درمیان کھڑا ہے اور جس کے آگے دو جرنیل ننگی تلواریں لئے ہوئے ہیں وہ ابوجہل ہے۔ میرا یہ فقرہ ابھی ختم نہ ہونے پایا تھا کہ وہ دونوں یوں جھپٹے جس طرح باز ایک چڑیا پر حملہ کرتا ہے۔ وہ قلبِ لشکر میں گھس گئے اور انہوں نے ابوجہل کو زخمی کر کے گرا دیا۔ گو بوجہ ناتجربہ کاری کے اسے قتل نہ کر سکے مگر اسے کاری زخم لگا اور اسی جنگ میں وہ ہلاک ہو گیا۔[۴] یہ ہے وہ ایمان اور یقین جو اللہ تعالیٰ کے انبیاء لوگوں کے دلوں میں پیدا کیا کرتے ہیں۔

میں نے یہ واقعات اس لذت کے اظہار کے لئے سنائے ہیں جس کے متعدد سامان موجودہ زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کے دلوں میں یقین اور ایمان پیدا کر کے ہمارے لئے مہیا فرما دیئے ہیں۔ میں نے پچھلے سے پچھلے جمعہ کے خطبہ میں اعلان کیا تھا کہ ایک شخص نے جو امیر جماعت اہلحدیث کہلاتے ہیں ہمیں مباہلہ کا چیلنج دیا ہے۔ میں نے اعلان کیا تھا کہ اس مباہلہ میں ایک ہزار آدمی ہماری طرف سے شامل ہوں اور ایک ہزار آدمی ان کی طرف سے تا اس مباہلہ کا اثر ہر رنگ میں وسیع اور نمایاں ہو لیکن اس وقت جب میں اعلان کر رہا تھا میں بھی ان جذبات کا اندازہ نہیں کر سکتا تھا جو جذبات جماعت کے دوستوں کے اب میرے سامنے آئے ہیں۔ آج کل قریباً ساری ڈاک ایسے ہی خطوط سے بھری ہوتی ہے جن میں خواہش اور

آرزو کی جاتی ہے کہ ہمیں بھی مباہلہ میں شامل کیا جائے اور یوں معلوم ہوتا ہے جس طرح پندرہ پندرہ دن کا بھوکا جب ایک روٹی دیکھے تو اس پر جھپٹتا ہے اسی طرح ہماری جماعت کے دوست بھی مدتوں سے انتظار کر رہے تھے اور وہ اس تلاش میں تھے کہ انہیں کوئی موقع ملے اور وہ اس میدان میں نکلیں۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ مخالف فریق کی طرف سے تو یہ بحث ہو رہی ہے کہ ایک سے زیادہ کے ساتھ مباہلہ جائز بھی ہے یا نہیں اور یہاں یہ حال ہے کہ بعض جگہ سے مباہلہ میں شامل ہونے کے لئے تاریں آرہی ہیں اور وہ بھی ایسے الفاظ میں کہ گویا ایک حریص آدمی کے سامنے ایک مزیدار دعوت کا سامان رکھ دیا گیا ہے اور وہ بے اختیار کہہ رہا ہے کہ اس دعوت سے مجھے بھی محروم نہ رہنے دیا جائے۔ تاریں آرہی ہیں، خطوط آرہے ہیں، رجسٹری خطوط پہنچ رہے ہیں اور پھر ان میں لکھنے والے ایسی لجاجت اور خوشامد کے الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ بعض دفعہ پڑھتے ہوئے یہ خیال آتا ہے کہ لکھنے والا آخر میں یہ کہنے والا ہے کہ مجھے سارا خزانہ دے دیا جائے۔ مگر لکھا یہ ہوتا ہے کہ خدا کے لئے مجھے اس مباہلہ سے محروم نہ رکھا جائے اگر ہٹانا بھی پڑے تو کسی اور کو ہٹا دیں مجھے نہ ہٹائیں۔ پھر نوجوانوں کی طرف سے الگ خطوط آرہے ہیں، بڈھوں کی طرف سے الگ، کئی بوڑھے ہیں جو لکھتے ہیں اگرچہ ہماری عمر ۷۰، ۷۵ سال کی ہو گئی ہے مگر عمریں خدا کے ہاتھ میں ہیں اس لئے مباہلہ میں شامل ہونے والوں میں ہمارا نام ضرور لکھا جائے۔ اور نوجوان لکھتے ہیں بڈھوں نے بہت خدمت کر لی ہے اب ہم نوجوانوں سے کام لیا جائے اور اس مباہلہ میں نوجوانوں کو ہی پیش کیا جائے۔ پھر عورتوں کی درخواستیں آرہی ہیں جن میں وہ لکھتی ہیں مرد ہم سے کوئی زیادہ حقدار نہیں کہ انہیں مباہلہ میں شامل ہونے کے لئے کہا گیا ہے اور ہمیں موقع نہیں دیا گیا۔ پھر بعضوں کے تو پہلے ہی شکایت نامے پہنچ گئے ہیں کہ قادیان والوں نے جب خطبہ سنا ہو گا تو فوراً اپنا نام پیش کر دیا ہو گا اور اس طرح ہزار کی تعداد پوری ہو گئی ہو گی۔ قادیان والوں میں سے کوئی مباہلہ میں شامل نہ ہو سب کے سب باہر سے ہوں کیونکہ قادیان والے آگے ہی ہر تحریک میں سبقت لے جاتے ہیں۔ پھر کوئی یہاں تک کہہ رہا ہے کہ ان سب باتوں کو خدا پر چھوڑ دو قرعہ ڈال لو جس کا نام نکلے اسے مباہلہ میں شامل کر لیا جائے اور جس کا نہ نکلے اس کا نہ شامل کیا جائے۔ غرض ان خطوط کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر ہماری جماعت کو ایسا یقین اور وثوق حاصل ہے جس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ پھر بعض تو یہ کہہ رہے ہیں کہ استخارہ کی شرط میں نے کیوں رکھی ہے۔ جب

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا تھا تو سوچ سمجھ کر ہی مانا تھا اب استخارہ کیسا۔ گو یہ ان کی غلطی ہے جیسا کہ میں آگے چل کر بتاؤں گا۔ مگر یہ تمام باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ جماعت کا کثیر حصہ ایسے یقین اور وثوق کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لایا ہے کہ وہ مباہلہ کو ایسا سمجھتے ہیں کہ گویا ایک بہترین دعوت ہے جو ان کے سامنے آئی۔ اور ایک بہترین ترقی کا موقع ہے جو انہیں ملا ہے۔ آج ہی ایک ایسے نوجوان کا خط آیا ہے جس سے بہت سے قصور اور غلطیاں سرزد ہوئی تھیں اور ایک زمانہ میں تو ہم سمجھتے تھے شاید وہ جماعت سے علیحدہ ہو چکا ہے اس نے لکھا ہے بے شک مجھ سے غلطیاں ہوئی ہیں مگر مجھے اس مباہلہ میں ضرور شامل کیا جائے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ میں اپنی اصلاح کروں گا اور خواہش رکھتا ہوں کہ سال بھر قادیان میں ہی رہوں اور اپنی اصلاح کروں۔ غرض اس قسم کے خطوط آرہے ہیں جن کے پڑھنے سے حیرت ہوتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دلوں پر کیسا تصرف کیا ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ ان میں سے بعض خطوط کو شائع کیا جائے تا دشمنوں کو معلوم ہو کہ ہماری جماعت کتنا اخلاص اور یقین رکھتی ہے۔ یہ ایمان اور وثوق ہے جو خود اپنی ذات میں سلسلہ کی صداقت کا نشان ہے ورنہ کونسا انسان دنیا میں ایسا ہو سکتا ہے جو دلوں کو یقین اور وثوق سے بھر دے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہوتی ہے جو دلوں کو طاقت دیتی ہے اور ان میں نور ایمان بھر دیتی ہے دوسرے لوگوں کی ایسی حالت نہیں ہوتی۔ میں نے کئی بار سنایا ہے۔ ایک دفعہ جب میں شملہ گیا تو وہاں کی مقامی آریہ سماج کے سیکرٹری صاحب جو گریجویٹ تھے مجھ سے ملنے آئے اور باتوں باتوں میں کہنے لگے حضرت مرزا صاحب سے آپ کو کیا ملا۔ میں نے کہا مجھے آپ سے یقین اور اطمینان ملا۔ کہنے لگے یہ تو ہر شخص کو حاصل ہوتا ہے میں نے کہا ایسا یقین جس کی وجہ سے انسان اپنی جان دیدے میں اس کا نام یقین نہیں رکھتا۔ کئی جگہ ایسا ہوا ہے کہ عیسائی مشنری مارے گئے مگر انہوں نے اپنے مذہب کو نہیں چھوڑا۔ اگر ایک جگہ دس عیسائی مارے گئے تو ان کی جگہ بیس اور چلے گئے۔ میں اس کا نام یقین نہیں رکھتا بلکہ میں یقین کا معیار ہی جداگانہ رکھتا ہوں اور وہ یہ کہ مجھے قرآن کے متعلق یقین ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے اور میں ہر جگہ کہنے کو تیار ہوں کہ اے خدا اگر یہ تیرا کلام نہیں اور اگر میں اسے تیرا کلام کہنے میں باطل پر ہوں تو تیری لعنت مجھ پر اور میرے بیوی بچوں پر پڑے اس جہان میں بھی اور اگلے جہان میں بھی اگر آپ کو بھی ویدوں پر ایسا ہی یقین ہے جیسا مجھے قرآن پر تو آپ بھی اسی طرح کہیں۔ وہ کہنے لگے آپ میرے بیوی بچوں کا کیوں ذکر کرتے ہیں صرف میری ذات

کو رہنے دیں حالانکہ اگر واقعی وید خدا کی طرف سے ہیں تو بیوی اور بچوں کا ذکر آنے سے ڈرنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا- مگر وہ میرے بار بار اصرار کے باوجود یہی کہتے رہے کہ یہ طریق ٹھیک نہیں بیوی بچوں کا ذکر نہیں آنا چاہئے- میں نے کہا بہت سے انسان اپنے اوپر لعنت لینے کو تیار ہو جاتے ہیں مگر اپنے بیوی اور بچوں پر لعنت پڑنا گوارا نہیں کر سکتے- گو ایسے بھی انسان ہوتے ہیں جو باوجود جھوٹے ہونے کے اپنے بیوی بچوں پر بھی لعنت ڈال لیتے ہیں مگر ایسے انسان ہزار میں سے ایک کی نسبت سے ہوں گے- مگر باوجود میرے متواتر کہنے کے وہ اس طرح کی قسم کھانے پر آمادہ نہ ہوئے-

اب تک ہمارے مخالفین کے سامنے جب بھی مباہلہ کا سوال آیا ہے انہوں نے ایسی ایسی باتیں کیں جو شریعت کے خلاف تھیں- کبھی تو کہہ دیا کہ مباہلہ کے بعد فریق مخالف کی شکلیں سؤر یا بندر کی ہو جائیں، کبھی کہہ دیا ایک منٹ میں عذاب آجائے، کبھی کہہ دیا کڑاہ میں کود جاؤ- یا مینار سے کود پڑو جو بچ جائے وہ سچا، کبھی کہہ دیا ہم مباہلہ میں تب شامل ہوں گے جب مباہلہ کے بعد ہفتہ عشرہ کے اندر اندر نتیجہ نکل آئے- کبھی ایسے ایسے عذابوں کی خواہش کی جن کا بھیجنا اللہ تعالیٰ کی سنت کے خلاف ہے غرض ہمیشہ ہمارے مخالفین نے دعوت مباہلہ کو کئی قسم کے بہانوں سے ٹالا اور کوشش کی کہ یہ پیالہ ان کے سامنے سے ہٹ جائے مگر کتنا بڑا اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ہماری جماعت اس دعوت میں شامل ہونے کے لئے بے قرار ہے اور وہ التجائیں کرتی ہے کہ مباہلہ سے انہیں محروم نہ رکھا جائے- یہ جوش اور اخلاص جو اللہ تعالیٰ نے صداقت کے اظہار کے لئے ہماری جماعت کو بخشا ہے اپنی ذات میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک بہت بڑا نشان ہے- اور اگر کوئی سوچنے والا ہو تو اس کے لئے اس جوش اور اخلاص کو دیکھ کر ہی سلسلہ کی صداقت پر ایمان لانا کچھ مشکل نہیں رہتا-

اس کے بعد میں استخارہ کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں- قادیان کے بعض لوگوں کو بھی اور باہر بھی بعض دوستوں کو اس کے متعلق غلط فہمی ہوئی ہے انہوں نے خیال کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت یا وفات مسیح ایسی سچی باتیں جن کے متعلق ہمارا یقین ہے کہ یہ درست ہیں ان کے لئے استخارہ کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا مگر دراصل انہوں نے سمجھا نہیں- استخارہ اللہ تعالیٰ کی ان عظیم الشان نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے جو دوسرے مذاہب کو حاصل نہیں- باقی جس قدر مذاہب ہیں ان میں دعائیں پائی جاتی ہیں مگر استخارہ مسنونہ کا طریق ان میں نظر

نہیں آتا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کو دیکھ کر کسی نے انفرادی طور پر اسے اختیار کر لیا ہو مگر قومی طور پر کسی نے اس کو ویسے قائم نہیں رکھا جیسے رسول کریم ﷺ نے قائم کیا ہے۔ انفرادی طور پر اگر کسی مذہب کے بزرگ نے ایسا کیا ہو تو یہ علیحدہ بات ہے مگر استخارہ کرنا اسلام کے سوا اور کسی مذہب کا جزو نہیں۔ پس استخارہ مسنونہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت اور اس کے خاص فضلوں میں سے ایک بہت ہی بڑا فضل ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ کوئی چیز اپنی ذات میں اچھی ہے یا نہیں بلکہ ہو سکتا ہے ایک چیز اپنی ذات میں تو اچھی ہو مگر اس کے درمیانی واسطے ایسے ہوں جو کسی شخص کے لئے ضرر رساں ہوں۔ ایسی تمام باتیں جن میں شریعت کا کوئی خاص حکم موجود نہ ہو ان میں استخارہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ مگر جن باتوں کا حکم ہے اور شریعت کہتی ہے کہ ان پر ایمان لاؤ ان صریح احکام پر استخارہ نہیں۔ اب مباہلہ کرنا شریعت کا حکم نہیں بلکہ وہ ایک موقّت بات ہے۔ اگر کوئی شخص مباہلہ کا اہل ہو اور اس میں شروط پائی جائیں تو مباہلہ ہو سکتا ہے وگرنہ یہ حکم نہیں کہ ہر مسلمان اپنی زندگی میں کم از کم ایک دفعہ ضرور مباہلہ کرے۔ غرض شریعت کی وہ باتیں جن میں خاص حکم نہیں ہوتا ان میں استخارہ ضروری ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کسی شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور کوئی تقدیر مبرم ہو اور اسے کوئی خاص تکلیف پہنچنے والی ہو جسے دشمن اپنے مباہلہ کا اثر قرار دے لے اور کہہ سکتا ہو کہ اس پر یہ عذاب مباہلہ کی وجہ سے آیا۔ ایسا شخص جب استخارہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اگر مناسب سمجھے گا تو اس تقدیر کو ٹلا دے گا اور یا اسے مباہلہ میں ہی شامل ہونے نہیں دے گا۔ غرض ایسے انسان کے ساتھ دو سلوکوں میں سے ایک سلوک ضرور ہو گا۔ یا تو اللہ تعالیٰ اس کی تقدیر کو ٹلا دے گا اور یا اسے مباہلہ کنندگان میں سے نکال دے گا۔ پس اگر کسی انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور ایسی تکلیف مقدر ہو جو عذاب سمجھی جائے اور دشمن اسے مباہلہ کا اثر قرار دے سکے تو اللہ تعالیٰ استخارہ کی وجہ سے یا تو اس تکلیف کو دُور کر دے گا اور یا اسے مباہلہ میں شامل ہونے نہیں دے گا۔ تو استخارہ اس بات کے لئے نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سچے ہیں یا نہیں یا یہ کہ وفات مسیح کا مسئلہ درست ہے یا غلط بلکہ اس بات کے لئے ہے کہ انسان دعا کرے الٰہی! اگر اس مباہلہ میں میرا شامل ہونا کسی ٹھوکر کا موجب ہو تو اس میں شمولیت سے بچا لے اور اگر اس میں میرا شامل ہونا اسلام کی فتح اور احمدیت کی ترقی کا موجب ہے تو مجھے شامل ہونے کی توفیق عطا فرما۔ اور اس میں کیا شبہ ہے کہ بعض دفعہ انسان اپنے اعمال کی شامت سے ایسے نتائج کا محل بننے والا

ہوتا ہے جو دشمن کی نگاہ میں قابل اعتراض ہوں ایسی صورت میں یا تو اللہ تعالیٰ ان بد نتائج سے اسے بچالے گا اور یا اسے مباہلہ میں شامل ہونے نہیں دے گا- تو استخارہ اہم سے اہم امور میں نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے- مثلاً شادی کا حکم ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا جس نے شادی نہ کی اور وہ اسی حالت میں مرگیا اس کی عمر ضائع ہو گئی مگر یہ حکم نہیں کہ فلاں عورت سے ضرور شادی کرو- عورت کا انتخاب ہم خود کرتے ہیں مرد دیکھتا ہے عورت اس کے لئے موزوں ہے یا نہیں اور عورت دیکھتی ہے کہ مرد اس کے مناسب حال ہے یا نہیں اس لئے باوجود اس کے کہ شادی کرنے کا حکم ہے استخارہ ضروی ہوتا ہے- پس استخارہ کسی کمزوری کی علامت نہیں بلکہ ایمان کی علامت ہے- جنہوں نے اپنے جوش اور اخلاص میں لکھا ہے کہ جب ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے پورے یقین کے ساتھ صادق مانا تو پھر آپ کی صداقت کے متعلق مباہلہ کرنے کے لئے استخارہ کی کیا ضرورت ہے انہوں نے شریعت کی باریکیوں کو نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ خیال کیا ورنہ اگر وہ شریعت کی باریکیاں جانتے تو سمجھتے کہ جتنا یہ ضروری امر ہے اتنا ہی اس میں استخارہ کرنا بھی ضروری ہے-

اس کے بعد میں قادیان کے دوستوں کو بھی اور باہر کے دوستوں کو بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ مباہلہ کے لئے جس قدر جماعت کے دوستوں کے نام آئیں گے ان میں سے ایک ہزار نام بعض اصول کے ماتحت چُنے جائیں گے گو بعض دوستوں نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ بغیر موصی اور تہجد خوان اور کسی کو اس مباہلہ میں شامل نہ کیا جائے- اور گو یہ شرطیں اس قابل نہیں کہ انہیں تسلیم کیا جائے مگر بہرحال انتخاب بعض شرائط کے ماتحت ہو گا- بعضوں نے لکھا ہے ہم سفر پر تھے اس لئے اپنا نام جلدی نہ بھیج سکے، بعض لکھتے ہیں اخبار ہم نے دیر سے پڑھا اس لئے نام بھیجنے میں دیر ہو گئی ایسے تمام دوستوں کو اطلاع ہو جانی چاہئے کہ جب سب نام جمع ہو جائیں گے تو ان میں سے مباہلہ میں شامل ہونے والوں کا انتخاب کیا جائے گا جو مناسب ہو گا اسے لے لیں گے اور بعضوں کو چھوڑنا پڑے گا کیونکہ میں نے صرف ایک ہزار آدمی چننا ہے- پس دوستوں کو یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ چونکہ اب دیر ہو گئی ہے اور نام پورے ہو چکے ہوں گے اس لئے اب نام نہ بھیجیں بلکہ اپنے نام برابر بھیجنے چاہئیں- جب گفتگو انتہاء کو پہنچ جائے گی تو مباہلہ کنندگان کی لسٹ شائع کر دی جائے گی اور کوشش کی جائے گی کہ ایسے ہی آدمی مباہلہ میں شامل ہوں جن کی احمدیت کی مقامی جماعت تصدیق بھی کرتی ہو- پس وہ تمام آدمی جن کا نام چُنا جائے گا ایسے ہوں گے جن سے یا تو میں

خود ذاتی طور پر واقف ہوں یا میرے ایسے واقف جن پر میں اعتبار کرسکوں وہ ان کے واقف ہوں اور پھر تقویٰ اور طہارت رکھنے والے بھی ہوں اور پھر اس بات کا بھی لحاظ رکھنا پڑے گا کہ اگر ایک جماعت کی طرف سے ہزار آدمی پیش ہوئے اور ان میں سے سَو مخلص ہیں۔ مگر ایک دوسری جماعت کی طرف سے ایک آدمی پیش ہوا تو ہم اس لئے کہ دوسری جماعت بھی مباہلہ میں حصہ لینے سے محروم نہ رہے اس ایک آدمی کو لے لیں گے اور سَو میں سے ایک مخلص کو ہٹادیں گے تا سب جماعتیں اس سے حصہ لے سکیں۔ جبکہ ہماری جماعت نے اس مباہلہ کو دعوت سمجھا ہے تو دعوت میں سب جماعتوں کا ہمیں لحاظ رکھنا پڑے گا اور اگر مباہلہ ہو جائے تو مؤمن کے لئے واقعی یہ ایک دعوت ہی ہے اور اس پر مؤمن کو خاص فخر ہو سکتا ہے۔ حدیثوں میں جہاں تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ [5] کے ماتحت رسول کریم ﷺ کی مباہلہ پر آمادگی کا ذکر آتا ہے وہاں چونکہ عام طور پر ایسی روایتوں کے راوی شیعہ ہیں۔ یا ایسے ہیں جو شیعیت کی طرف مائل تھے اس لئے وہ کہتے ہیں رسول کریم ﷺ مباہلہ میں اپنی بیٹی کو ساتھ لے کر نکلے تھے کیونکہ وہ خوب سمجھتے تھے کہ ایسے موقع پر مومنوں پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت برستی ہے۔ اس وقت جبکہ مومن لعنت مانگ رہا ہوتا ہے دراصل اپنے لئے اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کررہا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ [6] میری رحمت ہر چیز پر وسیع ہے حتیٰ کہ میرے غضب پر بھی حاوی ہے۔ تو اگر مخالفوں پر دس لاکھ خدا کی طرف سے لعنتیں اتریں تو کس طرح ممکن ہے کہ مومنوں پر دس لاکھ رحمتیں نہ اتریں۔ بلکہ اگر وہاں دس لاکھ لعنتیں اتریں گی تو مومنوں پر ان سے کئی لاکھ زیادہ رحمتیں بھی اتریں گی کیونکہ اس کی رحمت اس کے غضب پر بھی حاوی ہے۔

پس مباہلہ سچے انسان کے لئے بڑی بھاری روحانی دعوت ہے اور جب یہ دعوت ہے تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس دعوت سے بعض جماعتوں کو محروم رکھا جائے۔ اس وجہ سے ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک جماعت کے اگر پندرہ بیس مخلص احمدی ہوں مگر دوسری جگہ کے صرف چند معمولی احمدی ہوں تو چند کی خاطر بعض مخلصین کو چھوڑ دیا جائے تا ساری جماعتیں اس میں حصہ لے سکیں۔ غرض یہ انتخاب مختلف حالات کو دیکھ کر ہوگا لوگوں کو گھبرانا نہیں چاہئے بالکل ممکن ہے ان کو لے لیا جائے اور بعض پرانے صحابیوں کو چھوڑ دیا جائے۔ اگرچہ بعضوں نے لکھا ہے کہ مباہلہ میں صرف پرانے لوگوں اور صحابیوں کو لے لیا جائے مگر یہ ٹھیک نہیں۔ اس کے مقابل پر نئے لوگوں نے لکھا

ہے کہ پرانے لوگوں نے بہت خدمتیں کرلی ہیں اب ہمیں موقع ملنا چاہئے کہ اس میدان میں نکلیں اور یہ دلیل گو پورے طور پر صحیح نہ ہو مگر بالکل بے وزن بھی نہیں ہے۔ بہرحال ناموں کا انتخاب کیا جائے گا اور جن کو شامل کیا جائے گا ان کی فہرست شائع کردی جائے گی۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ ایسے موقع پر دعاؤں پر خاص زور دینا چاہئے۔ پس ان ایام میں خصوصیت سے دعائیں کرو بلکہ وہ لوگ جو مباہلہ میں شامل نہ ہو سکیں وہ اپنے بھائیوں کی دعاؤں سے مدد کریں بلکہ میں تو سمجھتا ہوں اگر مباہلہ نہ بھی ہو اور فریق مقابل شریعت کی مقرر کردہ شرائط کو نظرانداز کر کے مباہلہ پر آمادہ نہ ہو تب بھی وہ تمام لوگ جنہوں نے مباہلہ میں شامل ہونے کے لئے اپنے نام پیش کئے ہیں قادیان میں اکٹھے ہوں تا اللہ تعالیٰ سے اسلام کی ترقی اور احمدیت کے غلبہ کے لئے خاص طور پر دعا کی جائے اور اللہ تعالیٰ کے حضور التجاء کی جائے کہ وہ اسلام اور احمدیت کی ترقی کے لئے کوئی غیر معمولی نشان دکھائے۔ مگر ابھی یہ تمام باتیں پیش از وقت ہیں۔ جس وقت فیصلہ ہو جائے گا اس وقت ان باتوں پر غور کرلیا جائے گا۔ البتہ میں ابھی سے تمام دوستوں کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ خصوصیت سے دعائیں کریں تا اللہ تعالیٰ اپنا کوئی چمکتا ہوا نشان دکھائے ایسا خاص نشان جو احمدیت کو دنیا پر غالب کردے۔ تا ایسا ہو کہ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ [7] کا وہ نظارہ جو مسیح موعود کے زمانہ سے مختص ہے اسے پورا ہوتے دیکھ کر اسلام کی فتح اور دوسرے مذاہب کی شکست ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ اَللّٰھُمَّ اٰمِیْن

(الفضل ۲۳۔ جولائی ۱۹۳۱ء)

---

[1] السيرة الحلبية جلد ۲ صفحہ ۱۷۹ مطبوعہ مصر ۱۹۳۵ء

[2] مسلم كتاب الايمان باب جواز الاستسرار للخائف

[3] بخاری كتاب المغازی باب قتل ابی جهل

[4]

[5] اٰل عمران: ۶۲

[6] الاعراف: ۱۵۷

[7] التوبۃ: ۳۳